ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ

از. مفتی غلام سرور

قادری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امّا بعد!

میرے ایک دوست جناب مظہر الحق صاحب مظہر جو انگلینڈ میں ایک
عرصہ سے مقیم ہیں اور وہاں کاروبار کرتے ہیں حال ہی میں انگلینڈ سے لاہور تشریف
لائے اور گلبرگ میں میرے پیچھے نماز جمعہ ادا فرمائی۔ نماز جمعہ کے بعد مجھے
ملے اور ایک اپنے ملنے والے کا ذکر کیا جو سعودی عرب میں رہتے ہیں اور
ان کی آپس میں خط وکتابت ہوتی رہتی ہے اور وہ صاحب بذریعہ خط و
کتابت انکو اپنے ہمنوا بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور آج کل،
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمہ کا مسئلہ انہوں نے چلایا ہوا ہے
ان کا خط جو انہوں نے مدینہ منورہ سے انکو لکھا میں نے پڑھا اسمیں
انہوں نے لکھا ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین مشرک
تھے اور جہنمی و دوزخی ہیں" اس سلسلے میں انہوں نے صحیح مسلم کی
ایک حدیث کی عبارت بھی درج کی جس کا مطلب یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک صحابی کو فرمایا کہ میرا اور تمہارا باپ دوزخ میں ہیں اور دوسرا حوالہ

دیا کہ آپ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اور اسکی بخشش کیلئے دعا کی اجازت چاہی تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی اجازت نہ ملی" میرے دوست بڑے پریشان تھے اور فرماتے تھے کہ یہ حوالے ایسے ہیں کہ ان کا جواب اگر معقول نہ ملا تو بہت سے ہمارے مسلک کے لوگ غلط فہمی کا شکار ہوجائیں گے لہٰذا ان کے فرمان پر راقم نے قلم اٹھایا ہے اور جو مستحضر تھا چند گھنٹوں میں تحریر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس کوشش کے ذریعے بھولے بھٹکوں کو راہِ راست پر لائے۔ آمین

دعوٰی

ہم اہلسنت کا دعوٰی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین سیدنا حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب و سیدہ طیبہ طاہرہ آمنہ بنت وھب (رضی اللہ عنہما) مشرک نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر فطری یقین رکھتے تھے اور جنتی تھے اس دعوٰی کی حقانیت و صداقت چار درج ذیل وجوہات و دلائل سے ثابت ہوتی ہے۔

وجوہات و دلائل

دلیل اوّل:۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی تھی کیونکہ جس زمانہ میں وہ تھے وہ جاہلیت کا زمانہ تھا، پورے روئے زمین پر جاہلیت کا دور دورہ تھا۔ اس

زمانہ میں کوئی ایسی ہستی نہ تھی جو دعوت و تبلیغ کا فریضہ اس کے خصوصی طور طریقے کے مطابق انجام دیتی جبکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین نے کوئی زیادہ عمر بھی نہیں پائی تھی بلکہ اوائل عمری میں ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی تقریباً اٹھارہ برس کی عمر میں انتقال کر گئے اور والدہ تقریباً بیس سال کی عمر میں رحلت فرما گئیں۔

حضور ﷺ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ کی عمر مبارک

آپ کے والد ماجد کا اٹھارہ برس کی عمر میں انتقال ہوا اور والدہ ماجدہ کا بیس سال کی عمر میں یہ ایک ابتدائی عمر ہے چنانچہ امام جلال الدین السیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

صحح الحافظ صلاح الدین العلائی انہ عاش من العمر نحو ثمان عشرۃ سنۃ و والدتہ ماتت فی حدود العشرین تقریباً۔	امام حافظ صلاح الدین علائی نے اسکو صحیح فرمایا کہ آپ کے والد نے تقریباً اٹھارہ سال کی عمر پائی اور آپ کی والدہ ماجدہ تقریباً بیس سال کے حدود میں وفات پا گئیں۔

(السبل الجلیہ ص۱)

یہ امام حافظ القرآن و حافظ الحدیث شیخ صلاح الدین العلائی علیہ الرحمۃ بڑے محدث گزرے ہیں۔ کنیت ابوسعید اور نام خلیل بن کیکلدی الدمشقی الشافعی اور لقب صلاح الملۃ والدین ہے ۷۶۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا اوائل عمری میں انتقال ہوا یعنی والد کا اٹھارہ اور والدہ کا تقریباً بیس سال کی عمر میں

اس قدر عمر ایک ایسی عمر ہے جو بہت ہی تھوڑی اور بہت ہی کم عمر ہے
اس جاہلیت کے دور میں عمر کی اس حد تک کسی انسان کیلئے ممکن نہ تھا
کہ وہ اپنے مطلوب و محبوب حقیقی، کائنات کے خالق و مالک، اللہ جل شانہ
کی ذات والاصفات کی تحقیق کرتے اور تدبر و تجسس کا سلسلہ عمل میں لاتے
ہاں یہ سعادت تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے حصہ میں آئی کہ انہوں نے ماں
کی گود میں ہی خدائے قدوس کی ہستی اور وحدانیت کا برملا اظہار و اعلان فرمایا
کیونکہ انکی تو تخلیق و تصور ہی اللہ تعالیٰ شروع ہی سے مختلف بناتا ہے چنانچہ
اس کا فرمان ہے کہ:

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (سورۂ انعام ۱۲۴)

اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

یعنی اسے جس ہستی میں نبوت کی امانت ودلیعت رکھنا ہوتی ہے وہ
اس ظرف کو شروع ہی سے اس امانت کے لائق بناتا ہے اور ابتداء ہی سے
اس میں کمالات اور خوبیاں رکھ دیتا ہے۔ غرضیکہ نہ تو ان کو خود اللہ تعالیٰ
کے بارے میں اس سے بڑھکر جو انکی فطرت میں تھا، کچھ سوچنے اور غور
کرنے کا موقع ملا اور نہ ہی کوئی داعی اور بلانے والا تھا جو انکو اسلام کی دعوت
دیتا کیونکہ اسلام کا بظاہر کوئی نام ونشان نہ تھا۔

جن لوگوں کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی

جن لوگوں کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ان کا کیا بنے گا؟
یہ ایک سوال ہے کہ کیا وہ جنت میں جائیں گے یا جہنم میں سزا پائینگے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ وہ عذاب جہنم سے خلاصی پائیں گے، انکو

جہنم میں نہیں ڈالا جائیگا، انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا، وہ بلاشبہ جنتی ہیں اور جنت ان کا ٹھکانہ ہوگا بلکہ جس آدمی کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی اور اسلام سے بے خبر و غافل رہا اس سے جہاد نہیں کیا جائیگا اور نہ ہی اس کا قتل جائز اور نہ ہی اسکے مال کو مالِ غنیمت سمجھ کر لینے کی اجازت، چنانچہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

وامامن لم تبلغه الدعوة فلا اغير عليه حتى ادعوه ولا اغنم من ماله شيئاً حتى ادعوه الخ۔
(کتاب الام ج ا ص ۲۶۲)

جس شخص کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی میں حملہ نہیں کروں گا جب تک کہ اسے اسلام لانے کی دعوت نہ دوں اور نہ ہی اسکے مال میں سے کوئی چیز غنیمت بناؤں گا جب تک کہ اسے دعوت نہ دوں۔

جب وہ دنیا میں قتل سے محفوظ ہے تو آخرت میں جہنم کے عذاب کا مستحق کیسے ہوگیا۔ اس سلسلے میں قرآن کا فرمان قابل غور ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔
(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۵)

اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب کہ رسول نہ بھیجیں۔

یعنی ہم کسی کو دوزخ کا عذاب نہیں دیں گے جب تک کہ اسکی طرف رسول نہ بھیجیں جو ان پر حق کے راستہ کو واضح نہ کردے اور اس پر حجت قائم نہ کرے۔ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو دوزخی قرار دیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کریں اور بتائیں کہ حضور کے والدین کی طرف کونسا رسول مبعوث کیا گیا تھا جس نے انکو دعوت دی ہو اور انہوں نے اسکی نافرمانی کرکے جہنم کا راستہ اختیار کیا ہو۔ یہ ایک

حقیقت ہے کہ انکی طرف کوئی رسول مبعوث نہ کیا گیا لہذا انکو کوئی دعوت نہ پہنچی لہذا قرآن کے اس فرمان کی رو سے وہ جہنم کے عذاب کے مستحق نہ ٹھہرے، اس لئے انکو دوزخی یا جہنمی کہنا قرآن کے فرمان کے خلاف ہے۔ جبکہ اُن سے کوئی شرک بھی سرزد نہیں ہوا۔

امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی اور وہ شرک کرتا رہا اور شرک پر ہی اس کا خاتمہ ہوا وہ شرک کی وجہ سے عذاب جہنم کا مستحق ہوگا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد بت پرستی کرتے تھے، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ آپ کے جد امجد کا بت پرستی کرنا کسی معتبر سند سے ثابت نہیں، کسی کتاب میں لکھا ہونا کافی نہیں جبتک کہ اسکی سند معتبر نہ ہو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض اسے صحیح تسلیم کیا جائے تو ان کا آخر عمر میں توبہ کرنا بھی ثابت ہے، جب توبہ کرنا ثابت ہوگیا تو انہیں مشرک کہنا اور انکو دوزخی قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد کے عقائد و اعمال

علامہ امام علی بن برہان الدین حلبی علیہ الرحمۃ انسان العیون میں لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد فرماتے تھے کہ:

" دنیا سے کوئی ظالم اس وقت تک ہرگز نہیں نکلے گا جبتک وہ اپنے ظلم کا بدلہ نہ پائے اور عذاب میں مبتلا نہ ہو حتیٰ کہ اہل شام میں سے ایک شخص ظالم ظلم کا بدلہ پائے بغیر مرگیا تو آپ سے اسکے بارے میں پوچھا گیا آپ نے کچھ دیر سوچا اور فرمایا کہ:

وَاللّٰہِ اِنَّ وَرَاءَ ھٰذِہٖ الدَّارِ دَارًا یُجْزٰی فِیْھَا الْمُحْسِنُ بِاِحْسَانِہٖ وَیُعَاقَبُ الْمُسِیْئُ بِاِسَاءَتِہٖ۔

اللہ کی قسم اس دنیا کے بعد ایک اور جہان ہے جہاں نیک کو اسکی نیکی کا بدلہ دیا جائے گا اور بُرے کو اسکی برائی کی سزا دی جائیگی۔

(انسان الحیون ج اصٓ)

اسکے بعد لکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالےٰ کی توحید کا یقین رکھتے تھے امنت پوری کرتے، محرمات کے ساتھ نکاح کرنے سے روکتے، چور کا ہاتھ کاٹتے، شراب کو حرام ٹھیراتے اور زنا کو حرام فرماتے اور بیت اللہ کا ننگے طواف کرنے سے روکتے اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع کرتے"

یہ وہ کام ہیں جو آج اسلام کے احکام میں شامل ہیں تو کیا ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کی تربیت کیسی اورنے کی تھی کہ وہ ان خیالات واعمال سے منحرف ہو کر ترک و بدکاریوں میں مبتلا ہو کر جہنم کے مستحق ہو گئے تھے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ بلکہ تاریخی حقائق وشواہد اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ حضرت عبداللہ نہ صرف توحید پرست تھے اور شرک سے دور تھے بلکہ وہ ایک پارسا، پاکباز اور پرہیزگار انسان تھے۔ انکی برائیوں سے پاکیزگی کی دلیل کو یہ واقعہ بھی کافی ہے کہ ورقہ بن نوفل کی بہن رقیہ نے حضرت عبداللہ کو اپنے قریب آنے کی دعوت دی مگر آپ نے یہ کہہ کر اسکی دعوت کو رد کر دیا کہ یہ میرے باپ عبدالمطلب کی تربیت کے خلاف ہے جو انہوں نے مجھے دی ہے لہٰذا میں ایسا نہیں کر سکتا (ملاحظہ سیرت ابن ہشام)

دوسری دلیل

دوسری دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین اہل فترت میں سے یعنی جن کے پاس دنیا میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا گیا ہیں اور اہل فترت کے بارے میں حدیثوں میں آیا ہے کہ ان کو قیامت کے دن کھڑا کیا جائیگا اور ان کا امتحان لیا جائے گا جو اطاعت کریں گے وہ جنت میں جائیں گے اور جو نافرمانی کریں گے وہ جہنم میں جائیں گے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث حضرت اسود بن سریع اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جسے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو مسند امام احمد ج ۴ ص ۲۴)

دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ سے موقوفاً مروی ہے جسے امام عبدالرزاق وامام ابن جریر وامام ابن ابی حاتم وامام ابن المنذر نے اپنی تفاسیر میں روایت کیا اور اسکی سند بخاری ومسلم کی شرائط کے مطابق صحیح قرار پائی ہے۔

(ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور ج ۴ ص ۱۶۸، ص ۱۶۹)

اور تیسری حدیث حضرت ثوبان سے مروی ہے جسے امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا (بحوالہ السبل الجلیہ ص ۳)

حضور کی شفاعت

اور ہمارا ظن بلکہ قریب قریب یقین ہے کہ اہل فترت کا جب روز قیامت امتحان لیا جائے گا جو اطاعت کریں گے وہ جنت میں جائیں گے اور جو نافرمانی کریں گے وہ دوزخ میں جائیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

والدین کریمین اطاعت ہی کریں گے اور جنت میں تشریف لے جائیں گے تاکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل باغ وبہار ہو۔

اللہ تعالےٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے آپ کے والدین کریمین کو توفیق اطاعت بخشیگا جیساکہ امام تمام الرازی نے اپنے فوائد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ:

اذا کان یوم القیمۃ	جب قیامت کا دن ہوگا میں اپنے
شفعت لابی (السبل ص۲)	والد گرامی کیلئے شفاعت کرونگا۔

اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اہل ایمان و یقین کیلئے ہوگی کفار و مشرکین کیلئے نہ ہوگی جیساکہ قرآن مجید میں ہے کہ

لا بیع ولا خلۃ ولا شفاعۃ	قیامت کے دن کوئی بیع نہ ہوگی اور نہ
(البقرہ ۲۵۴)	دوستی اور نہ ہی شفاعت

یعنی کفار و مشرکین کیلئے کوئی شفاعت نہ ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والد کیلئے شفاعت فرمائیں گے جیساکہ اوپر حدیث مبارکہ گذری لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ کافر و مشرک نہ تھے بلکہ موحد تھے اور موحدین فترت جنت میں جائیں گے لہٰذا آپ کے والدین کریمین بھی جنت میں جائیں گے۔

امام حاکم مستدرک میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے اور صحیح قرار دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ کے والدین کریمین کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالےٰ سے ان کے بارے میں جو سوال کیا ہے بس ان کے بارے میں وہ مجھے عطا کرے گا اور اس روز میں مقام محمود پر کھڑا ہونگا (نقلہ السیوطی فی السبل ص۲)

امام سیوطی علیہ الرحمۃ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ نے اس بات کا اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ جب اہلِ فترت کو روز قیامت آزمایا جائے تو میرے ماں باپ کو اطاعت کی توفیق عطا فرمانا، لہٰذا وہ اطاعت کر کے جنت میں تشریف لے جائیں گے

امام ابو سعید عبد الملک شرف النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

سالت ربی ان لا یدخل النار من اھل بیتی فاعطانی ذلک۔	میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ میرے گھر والوں میں سے کسی کو بھی دوزخ میں داخل نہ کرے تو اللہ نے مجھے یہ عطا کر دیا۔

اس حدیث کو امام محب طبری نے اپنی کتاب ذخائر العقبیٰ میں نقل فرمایا۔ (التبل صہ ۵)

نیز امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں آیتِ کریمہ "وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ" کہ ضرور عنقریب تمہارا رب تمہیں عطا کرے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے" کے تحت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ

من رضاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یدخل احد من اھل بیتہ النار۔	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی یہ ہو گی کہ آپ کے گھر والوں میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہو۔

(تفسیر ابن جریر ج ۳۰ صہ ۱۲۹)

٭ ٭ ٭

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

اخبار احادیث نصِ قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتیں

یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ اخبار آحاد (وہ حدیثیں جنکو خبر واحد کہا جاتا ہے جو ایک دو راویوں سے مروی ہوتی ہیں) نصِ قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتیں نصِ قطعی یہ ہے کہ

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل ۱۵)

ہم عذاب دینے والے نہیں یہاں تک کہ ہم رسول کو بھیجیں۔

اور اس میں شک نہیں کہ آپ کے والدین کریمین کی طرف کوئی رسول مبعوث نہیں ہوا لہذا وہ ہرگز ہرگز عذاب کے مستحق نہیں اور جن حدیثوں میں اس سے مختلف بات پائی جاتی ہے وہ حدیثیں نص قطعی کے مقابلہ میں متروک ٹھہریں گی۔ یا واجب التاویل لیکن وہ قابل تاویل ہیں جیسا کہ ہم آگے انشاء اللہ بیان کریں گے۔

تیسری دلیل

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا زندہ ہونا

تیسری دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو اللہ تعالےٰ نے زندہ کیا اور وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، اگرچہ وہ موحد اور اہل فترت سے ہونے کی بنا پر جنت کے حقدار تھے تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ آپ کے والدین کریمین کو آپ کی امت سے ہونے کا شرف حاصل ہو اور وہ قیامت کے روز آپ کے امتی ہو کر اٹھیں اور افضل امت ہونے کا شرف پائیں کہ افضل الانبیاء افضل المرسلین کے والدین کریمین ہونے کی

وجہ سے ان کا افضل امت ہونا ان کے شایان شان تھا اس لیے آپ کی دعا سے وہ زندہ ہوئے اور آپ پر ایمان لائے۔ اس سلسلے میں متعدد حدیثیں ہیں رہا یہ سوال کہ امام ابن جوزی نے انکو موضوع کہا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کا وہم ہے وہ موضوع نہیں ہیں۔

امام ابن جوزی کی تنقید

امام ابن جوزی علیہ الرحمۃ سے ائمہ محدثین نے اختلاف کیا ہے اور واضح فرمایا کہ وہ کئی ایک غیر موضوع حدیثوں کو بھی موضوع کہہ جاتے ہیں ان کا کسی حدیث کے بارے میں موضوع قرار دینے کا فیصلہ بعض اوقات غلط بھی ہوتا ہے چنانچہ امام ابن الصلاح علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "علوم الحدیث" میں اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ ابن جوزی بعض اوقات حدیث حسن کو حتیٰ کہ حدیث صحیح کو بھی غلطی سے موضوع کہہ جاتے ہیں اور یہی بات امام حافظ زین الدین عراقی نے "الفیہ" میں فرمائی ہے۔ اور شیخ الاسلام ابو الفضل ابن حجر علیہ الرحمۃ نے تو اپنی کتاب "القول المسدد" میں کئی ایک حدیثیں ایسی بیان فرمائیں جنہیں ابن جوزی نے موضوع کہا حالانکہ وہ مسند امام احمد میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہیں اور بعض صحیح مسلم میں موجود ہیں اور صحیح السند ہیں۔ اور امام حافظ زین الدین عراقی علیہ الرحمۃ نے "تعقیبات علی الموضوعات ابن الجوزی" کے نام سے کتاب تصنیف فرمائی جس میں ابن جوزی کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے بعض حدیثوں کو موضوع قرار دینے کے فیصلہ کو غلط ٹھیرا کر ان حدیثوں کی صحیح سندیں بیان فرمائیں۔

اور امام حافظ سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں ابن جوزی کی بعض کو

جنہیں اس نے موضوع بتایا۔

سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ اور مستدرک امام حاکم جیسی معتبر کتب حدیث میں صحیح سندوں کے ساتھ پایا اور ان کو جمع کر کے اس کا نام "النکت البدلیات علی الموضوعات" رکھا۔ پھر فرماتے ہیں کہ خصوصاً وہ حدیث جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے زندہ ہونے اور آپ پر ایمان لانے سے متعلق ہے اسے امام ابن جوزی نے موضوع کہا حالانکہ وہ موضوع نہیں البتہ ضعیف ہے جسکو محدثین نے روایت کیا اور فضائل ومناقب میں اسکی روایت کو جائز قرار دیا ان ائمہ میں سے امام ابوبکر خطیب بغدادی، امام حافظ ابوالقاسم ابن عساکر، امام ابوحفص ابن شاہین وامام حافظ ابوالقاسم وامام قرطبی وامام محب الدین طبری وامام علامہ ناصر الدین بن منیر وامام فتح الدین ابن سید الناس رضی اللہ عنہم ایسے جلیل القدر ائمہ حدیث ہیں اور امام حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے مندرجہ ذیل تین شعر ارشاد فرمائے ہیں:

۱ حب اللہ النبی مزید فضل — علی فضل وکان بہ رؤفا

۲ فاحیا امہ وکذا اباہ — لایمان بہ فضلا لطیفا

۳ فسلم فالقدیم بذا قدیر — وان کان الحدیث ضعیفا

(ترجمہ) نمبر۱: اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مزید فضل عطا کیا اور وہ آپ پر مہربان تھا (اور ہے)

(۲) پس اس نے آپ کی والدہ کو اسی طرح آپ کے والد کو زندہ کیا آپ پر ایمان لانے کیلئے اپنے فضل ولطف سے نوازا۔

(۳) پس تم تسلیم کرلو پس خدائے قدیم اس پر قادر ہے اگرچہ حدیث ضعیف ہے۔

امام فقیہہ حافظ محدث ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ اپنی کتاب الروض الانف میں ایک حدیث لاتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سَاَلَ ربہ ان یُحیِیَ ابویہ فاحیاھما لہ وآمنا بہ ثم اماتھما۔ (الروض الانف ج ۱ ص ۱۱۳)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم سے سوال کیا کہ وہ آپ کے ماں باپ کو زندہ کرے تو اس نے انکو آپ کیلئے زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے پھر اس نے انکو موت دے دی۔

٭ ٭ ٭

یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی دُعا سے وہ زندہ ہوئے پھر آپ پر ایمان لانے کا شرف حاصل کیا پھر اللہ تعالیٰ نے انکو دوبارہ موت دی، اسکے بعد امام سہیلی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے اسکی رحمت اور اسکی قدرت کسی شئی سے عاجز نہیں ہے اور اسکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے اہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے جس فضل کے ساتھ چاہے خاص کر دے اور آپ کی عز و کرامت سے جو چاہے آپ پر انعام فرمائے"! بی صلی اللہ علیہ وسلم پھر فرماتے ہیں کہ امام قرطبی نے اپنے کتاب تذکرہ میں کہا کہ امام ابوبکر خطیب بغدادی نے اپنی کتاب "السابق واللاحق" میں اور امام ابو حفص عمر بن شاھین نے اپنی کتاب "الناسخ والمنسوخ" میں ایک حدیث کو اپنی سندوں کے ساتھ جزم و صحت کے ساتھ روایت کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ حجۃ الوداع کا حج کیا تو

آپ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر سے گذرے اور آپ رو رہے
تھے غمزدہ تھے پس میں بھی آپ کے رونے سے رو پڑی
پھر آپ سواری سے نیچے اترے اور مجھے فرمایا اے حمیرا
تم سہارا لے کر یہاں ٹھہر جاؤ پس میں اونٹ کے پہلو کے ساتھ
سہارا کر کے ٹھہر گئی آپ والدہ ماجدہ کی قبر پہ تشریف لے گئے
اور کافی دیر تک وہاں ٹھہرے رہے پھر میری طرف تشریف
لائے اور خوش خوش تھے مسکرا رہے تھے میں نے عرض
کی کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اے اللہ کے
رسول! آپ مجھ سے روانہ ہوئے تھے تو رو رہے تھے
غمزدہ تھے تو میں بھی آپ کے رونے سے روئی پھر آپ
خوش خوش ہیں مسکرا رہے ہیں، اے اللہ کے رسول!
کس بات سے؟ فرمایا

ذھبت لقبر آمنۃ امی	میں اپنی والدہ آمنہ کی قبر کو گیا تو اللہ تعالیٰ
فسألت ان یحییھا فاحیاھا	سے سوال کیا کہ وہ اسے زندہ کرے
فآمنت بی او قال فامنت	تو اس نے اسے زندہ کیا پس
وردھا اللہ عزوجل۔	وہ مجھ پر ایمان لائی یا فرمایا وہ ایمان لائی
(الروض الانف ج ۱ ص ۱۱۳)	اور اسے اللہ تعالیٰ نے واپس لوٹا دیا۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جسے امام
ابن الجوزی نے اس کا موضوعات میں تذکرہ نہیں کیا۔

حکم نسخ

امام سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام سہیلی کی روایت

کردہ حدیث ایک مستقل حدیث ہے ائمہ حدیث جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے اسلام لانے اور نجات پانے اور جنتی ہونے کا دعوای کیا انہوں نے اس حدیث کو ان حدیثوں کیلئے ناسخ (منسوخ کردینے والی) قرار دیا اور اس بات کی وضاحت فرمادی کہ یہ حدیث حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی آخر عمر شریف کا واقعہ ہے کیونکہ حجۃ الوداع سنہ۱۰ھ کو ہوا اور سنہ۱۱ھ کو آپ کا وصال ہوگیا لہٰذا دوسری نوعیت کی تمام حدیثیں اس حدیث سے منسوخ ہوگئیں۔ اور یہی بات صحیح وحق قرار پائی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین جنتی ہیں۔

امام قرطبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات وفضائل آپ کے وصال مبارک تک مسلسل بڑھتے چلے گئے اور ان کا روز بروز اضافہ ظاہر ہوتا رہا پس یہ ان باتوں میں سے ہے جن سے اللہ تعالےٰ نے آپ کو فضیلت بخشی اور آپ کی کرامات میں اضافہ فرمایا۔

مُردوں کا زندہ ہونا

اور مردوں کا زندہ ہونا کوئی ناممکن کی بات نہیں نہ عقلی رو سے اور شریعت کی رُو سے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی دُعا سے بنی اسرائیل کا آدمی جو قتل ہوگیا تھا، زندہ ہوا اور اپنے قاتل کا بتایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے اور اسی طرح ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت جابر کی بکری کو زندہ کیا اور اسکے دو بیٹوں کو زندہ کیا۔

(ابو نعیم فی الدلائل)

امام عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ شرح مواہب میں فرماتے ہیں۔

کہ حضور صلے اللہ کا فرمانا کہ میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ (یا میرا باپ تیرے باپ کے ساتھ دوزخ میں ہے کی اگر تاویل نہ کی جائے اور ظاہر رکھا جائے تو یہ) منسوخ ہے اور اسکی ناسخ یہی حدیث ہے جسے امام سہیلی وغیرہ نے روایت کیا ہے یعنی یہ اس زمانہ کی بات ہے جب انکو زندہ نہیں کیا گیا تھا اور جب آپ کے والدین زندہ ہو کر آپ پر ایمان لائے تو ناجی و جنتی قرار پائے۔

(ملاحظہ ہو زرقانی علی المواہب ج ۱ صفحہ ۱۷۰)

چوتھی دلیل

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ آپ کے والدین پہلے ہی سے ناجی و جنتی تھے ان کا زندہ ہونا اور ایمان لانا اس شرف کے حصول کیلئے کہ وہ آپ کی امت سے ہو جائیں۔ کیونکہ دینِ ابراہیمی پر تھے جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل اور اس قسم کے لوگ جاہلیت کے دور میں ہوئے اور ابن الجوزی نے اپنی کتاب "التلقیح" میں ان لوگوں کے تذکرہ کا باب قائم کیا جنہوں نے جاہلیت کے دور میں ہونے کے باوجود بت پرستی سے کنارہ کیا ہوا تھا، انہوں نے اس باب میں ایک جماعت کا تذکرہ کیا ان میں زید بن عمرو بن نفیل اور قیس بن ساعدہ اور ورقہ بن نوفل اور حضرت ابوبکر صدیق وغیرہم کا بھی ذکر کیا اور امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ بھی اس راستہ پر چلے اور مزید یہ فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب توحید پرست تھے اور فرمایا کہ آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد مشرک نہ تھے بلکہ ان کے چچا بت پرست

تھے ان کا نام آذر تھا۔

حضور کے آباؤ اجداد مشرک و کافر نہ تھے

بلاشبہ حضور کے والدین ماجدین سے لیکر اوپر حضرت آدم و حوا تک آپ کے ماں باپ میں سے کوئی بھی مشرک و کافر نہ تھا اس سلسلے میں قرآن کی یہ آیت دلیل ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اللہ ہے۔

اَلَّذِیْ یَرَاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ ۰ (الشعراء آیت ۲۱۸ - ۲۱۹)	جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

یعنی زمانۂ آدم و حوا علیہما السلام سے لیکر حضرت عبداللہ و آمنہ تک مومنین کی پشتوں میں اور ان کے پیٹوں میں آپ کو دورے کو ملاحظہ فرماتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے تمام آباؤ اجداد حضرت آدم تک سب کے سب مومن ہیں تفسیر جمل میں ہے۔

ای یراك متقلبا فی اصلاب وارحام المومنین من لدن آدم وحواء الی عبد اللہ وآمنۃ فجمیع اصولہ رجالا ونساء مؤمنون (تفسیر جمل ج ۳ صـ ۲۹)	یعنی اللہ تعالےٰ تجھے دیکھتا ہے پلٹتا ہوا مومنوں کے پشتوں میں اور پیٹوں میں حضرت آدم و حوا سے لیکر حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ تک پس آپ کے تمام باپ اور مائیں ایماندار ہیں۔

علامہ امام سلیمان جمل نے گویا قرآن کی اس آیت سے حضرت آدم سے حضرت عبداللہ اور حضرت حواء سے حضرت آمنہ تک سب کا مومن ہونا ثابت کیا ہے۔ امام سیوطی فرماتے ہیں کہ:

اِنَّہٗ کَانَ ینقل نورہ من ساجد الی ساجد فالآیۃ دالۃ علی ان جمیع آباء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا مسلمین۔

(التسہیل ص۱۱)

بلا شبہ آپ کا نور ایک ساجد (مومن) دوسرے ساجد (مومن) کی طرف منتقل ہوتا رہا پس یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ آپ کے تمام باپ اور مائیں مسلمان (توحید و آخرت کے یقین) پر تھے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

لم یلتق ابوای فی سفاح لم یزل اللہ ینقلنی من اصلاب طیبۃ الی ارحام طاہرۃ صافیا مہذبا لا تتشعب شعبتان الا کنت فی خیرھما۔

(ابو نعیم فی الدلائل ص۲۴)

میرے ماں باپ برائی میں نہیں ملے ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک پشتوں سے پاک پیٹوں میں منتقل کرتا رہا پاک صاف ستھرا، کوئی دو خاندان تقسیم نہیں ہوئے مگر ان میں بہتر خاندان میں منتقل ہوتا رہا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں کوئی مشرک و کافر نہ تھا سب کے ساتھ سب پاک تھے۔ بہتر تھے، جبکہ مشرک پاک نہیں ہوتا اور نہ ہی بہتر ہوتا ہے قرآن میں ہے کہ:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ؕ

مشرک نرے ناپاک ہیں۔

(توبہ آیت ۲۸)

یعنی مشرکین کا باطن کفر و شرک کی نجاست کیوجہ سے ناپاک ہے اور وہ ظاہری نجاستوں سے بھی نہیں بچتے لہٰذا وہ ظاہر اور باطن دونوں

لحاظ سے ناپاک ہوئے۔
جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ میرے آباء واجداد اور میرے خاندان کی پشتیں اور پیٹ پاک تھے جن میں اللہ تعالیٰ مجھے منتقل کرتا رہا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کے ماں باپ کے سلسلے میں کوئی مشرک و کافر نہ تھا۔

اس بارے میں دو طرح کی حدیثیں ہیں ایک وہ جو علی العموم اور دوسری علی الخصوص۔

عمومی حدیثیں

عمومی حدیثوں میں سے صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد روئے زمین کے بہتر لوگ تھے ملاحظہ ہو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ۔

میں بنی آدم کے بہتر طبقہ سے پیدا ہوا ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ میں (منتقل ہوا) یہاں تک کہ میں اس طبقہ سے پیدا ہوا جس سے پیدا ہوا۔

(مشکوٰۃ ص۵۱۱)

یعنی میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عبداللہ تک بہتر لوگوں میں ہوتا ہوا چلا آیا یہاں تک کہ اپنے اس گھر سے ظاہر ہوا جس میں پیدا ہوا۔
امام ابن جوزی علیہ الرحمۃ الوفاء روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت کعب الاحبار نے فرمایا کہ:

جب اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا چاہا جبریل
کو حکم دیا تو وہ سفید مٹی وہاں سے ایک مٹھی لائے جہاں حضور کی قبر انور
ہے تو اسے تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا پھر اسے جنت کی نہروں
میں غوطے دیئے گئے اور اسے آسمانوں میں پھرایا گیا پس فرشتوں سے
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اس سے پہلے کہ حضرت آدم کو پہچانیں
پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آدم کی پیشانی کی سفیدی میں چمکتا دیکھا جاتا تھا۔
اور کہا گیا کہ اے آدم یہ تیری اولاد میں سے رسولوں کا سردار ہے پھر جب
حواء حضرت شیث علیہ السلام سے حاملہ ہوئی تو حضور کا نور آدم سے حواء میں
منتقل ہوگیا اور وہ ہر پیٹ میں دو دو بچے جنتی تھیں مگر ایک حضرت
شیث کی باری میں حضرت شیث اکیلے کو جنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
تعظیم کی وجہ سے پھر آپ ایک پاک سے دوسرے پاک کی طرف منتقل
ہوتے رہے یہاں تک کہ

الیٰ ان ولدته امه آمنة — آپ کو آپ کی والدہ آمنہ نے
من عبد الله بن عبد المطلب۔ — حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب سے جنا۔

یہ ایک پاک سے دوسرے پاک کی طرف منتقل ہونا ظاہر کر رہا ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ دونوں پاک تھے
اور ان سے اوپر حضرت آدم و حواء تک سب پاک تھے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ آپ کے والدین کریمین مشرک یا دوزخی تھے غلط اور
بے بنیاد خیال ہے۔

اور دوسری یہ کہ یہ بات بھی ثابت ہے کہ زمین کم از کم سات
مسلمانوں سے کبھی خالی نہیں رہی جن کے ذریعے اللہ تعالےٰ اہل زمین سے

مصیبتیں دور کرتا رہا ہے چنانچہ امام عبد الرزاق مصنف میں اور ابن المنذر تفسیر میں شیخین یعنی بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق حدیث صحیح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

لم یزل علی وجہ الارض سبعۃ مسلمون فصاعدا فلولا ذلک ھلکت الارض ومن علیھا (المسبل الجلیہ ص ۱۲)

روئے زمین پر ہمیشہ سات یا زیادہ مسلمان رہے ہیں اگر یہ بات نہ ہوتا تو زمین اور جو لوگ زمین پر ہیں تباہ و برباد ہوجاتے۔

اور امام احمد زہد میں اور امام خلال کرامات الاولیاء شیخین کی شرط پر سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ

ماخلت الارض من بعد نوح علیہ السلام من سبعۃ یدفع اللہ بھم عن اھل الارض (المسبل الجلیۃ ص ۱۲)

نوح علیہ السلام کے بعد زمین ایسے سات شخصوں سے خالی نہیں رہی جن کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ زمین والوں سے بلاؤں کو دفع کرتا ہے۔

اب ان دونوں باتوں کو ملا کر نتیجہ نکالیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ واجداد ان سات اشخاص میں سے تھے یا نہیں اگر کہا جائے کہ ہاں، تو مدعی ثابت ہو گیا اور اگر کہا جائے کہ نہیں، تو دو خرابیوں میں سے ایک خرابی لازم آئے گی یا تو یہ لازم آئے گا کہ وہ سات اشخاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد سے بہتر ہونگے اور یہ غلط ہے کیونکہ صحیح بخاری کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں جن پاک پشتوں اور پاک پیٹوں میں منتقل ہوتا چلا آیا ہوں وہ سب سے بہتر تھے اور اگر یہ خرابی لازم آئے گی کہ وہ بہتر بھی ہوں اور مشرک

بھی اور یہ بات قرآن وسنت اور اجماع کی رُو سے باطل اور نہایت ہی غلط ہے کہ کوئی شخص مشرک ہو اور بہتر بھی ہو کیونکہ مشرک نجس ہے اور نجس بہتر نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بدتر ہوتا ہے اس سے مسلمان بہتر ہے اگرچہ نچلے درجہ کا غلام ہی ہو چنانچہ قرآن میں ہے کہ

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ ۔(البقرہ ۲۲۱) — اور ضرور مؤمن غلام ، مشرک سے بہتر ہے ۔

لہٰذا مشرک کبھی بھی بہتر نہیں ہو سکتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم سے لیکر حضرت عبداللہ تک اپنے تمام سلسلۂ خاندان کو بہتر قرار دے رہے ہیں جیساکہ بخاری کی حدیث گذری اور ترمذی کی حدیث میں ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہترین گھر میں پیدا کیا۔

فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَ خَيْرُهُمْ بَيْتًا۔ — پس میں ذات کے لحاظ سے سب سے بہتر اور گھر کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں۔

توذات سے مراد تو آپ کی شخصیت ہے اور کیا گھر سے مراد گھر کی چاردیواری ہوگی ؟ نہیں ہرگز نہیں "بَیْتًا" سے گھر کے افراد ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے آپ کے والدین ماجدین ۔

اور جو حدیثیں بالخصوص موضوع پر روشن دلالت کرتی ہیں وہ ملاحظہ ہوں امام ابن سعد طبقات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں ، فرمایا کہ

مَا بَيْنَ نُوحٍ اِلَى آدَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ مِنَ الْآبَاءِ كَانُوا — حضرت نوح سے آدم علیہما السلام تک آپ کے آباءِ کرام

اسلام پر تھے۔

اور امام ابن جریر وامام ابی حاتم وامام ابن المنذر اور امام بزار اپنی مسند میں اور امام حاکم مستدرک میں اسکو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے اور اسکو صحیح قرار دیتے ہیں۔ فرمایا کہ "

"حضرت آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس طبقے تھے جو سب کے اللہ تعالےٰ کی شریعت پر تھے بعد میں ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا"

فرمایا کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قراءۃ میں یہی ہے (قرآن میں ہے)

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا۔ — لوگ ایک گروہ تھے پھر ان میں اختلاف ہوا۔

(البقرہ آیت ۲۱۳)

٭ ٭ ٭

اور قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کا مقولہ ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ — اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو۔

(نوح آیت ۲۸)

قرآن کی نص اور اجماع سے ثابت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا حضرت "سام" مومن تھا بلکہ ایک حدیث ہے کہ وہ نبی تھا اور حدیث ابن عباس میں اسکے بیٹے ارفخشد کے مؤمن ہونے کی صراحت آئی ہے رضی اللہ عنہما۔ اس حدیث کو امام ابن عبد الحکم نے تاریخ مصر میں اپنی سند سے روایت کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت

ارفخشد نے اپنے جد حضرت نوح علیہ السلام کو پایا اور انکی زیارت کی اور نوح علیہ السلام نے اپنے اس پوتے ارفخشد کیلئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اسکی اولاد میں بادشاہت اور نبوت فرمائے۔

بابل کے لوگ ہمیشہ اسلام پر رہے

امام ابن سعد اپنی طبقات میں کلبی کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ بابل کے لوگ زمانۂ نوح سے ہمیشہ اسلام پر رہے یہاں تک کہ نمرود ان کا بادشاہ ہوا تو اس نے ان کو بت پرستی کی دعوت دی اور نمرود کے ہی زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آذر تھے۔

اور رہا سوال حضرت ابراہیم کی اولاد کا تو قرآن ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ، اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ۔
(الزخرف ۲۶)

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا، میں بیزار ہوں تمہارے معبودوں سے، سوا اسکے جس نے مجھے پیدا کیا کہ ضرور وہ بہت جلد مجھے راہ دے گا اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا۔

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس توحیدی کلمہ "میں بیزار ہوں تمہارے معبودوں سے سوائے اسکے جس نے مجھے پیدا کیا" کو اپنی نسل میں باقی رکھا اسلئے آپ کی اولاد میں ہمیشہ موحد اور توحید کے داعی رہے چنانچہ امام عبد بن حمید ابن عباس سے و مجاہد رضی اللہ عنہما

سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ یہ کلمہ "لا الٰہ الا اللہ"
جو حضرت ابراہیم کی اولاد میں باقی رہا ہے اور رہے گا۔ اور انہوں نے
حضرت قتادہ سے بھی سند کے ساتھ روایت کی "کلمہ باقیہ" لا الٰہ الا اللہ
اور توحید کی گواہی ہے یہ کلمۂ توحید ہے ان کے بعد انکی اولاد میں ایسے
لوگ ہمیشہ رہے جو یہ کلمہ کہتے رہے اور کہتے رہیں گے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعاء

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔
(ابراہیم ۳۵)

اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب میرے اس شہر (مکہ مکرمہ) کو امان والا بنادے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

بلاشبہ انبیاء علیہم السلام بت پرستی اور تمام گناہوں سے پاک ہیں
لیکن حضرت کی یہ دعا اظہار تواضع و اظہار احتیاج کیلئے ہے کہ اے
رب اسکے باوجود کہ تو نے اپنے کرم سے معصوم کیا لیکن ہم تیرے
فضل و کرم کے ہر وقت محتاج ہیں۔

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجاہد
رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں :

فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ لِاِبْرٰهِيْمَ دَعْوَتَهٗ فِيْ وَلَدِهٖ قَالَ فَلَمْ

کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد کے حق میں انکی دُعا قبول

يَعْبُدُ اَحَدٌ مِّنْ وَلَدِهٖ صَنَمًا بَعْدَ دَعْوَتِهٖ۔ (ابن جریر ج ۱۳ صـ۱۵۱)

فرمائی فرمایا پس انکی دُعا کے بعد انکی اولاد میں سے کسی نے بھی بُت پرستی نہ کی۔

اور امام ابن ابی حاتم سفیان بن عیینیہ سے روایت کرتے ہیں ان سے سوال ہوا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے کسی نے بُتوں کی پرستش کی؟ انہوں نے فرمایا، نہیں، کیا تم نے ان کا قول نہیں سُنا:

وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ" کہ اے اللہ مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔

ان سے کہا گیا کہ حضرت اسمٰعیل کی تخصیص کیوں؟ اس میں حضرت اسحٰق اور انکی اولاد کیونکر داخل نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اسلئے کہ حضرت ابراہیم نے اس شہر (مکہ مکرمہ) والوں کیلئے دُعا فرمائی تھی کہ وہ بتوں کو نہ پوجیں جب انکو وہاں آباد کیا اور دُعا کی کہ اس شہر کو امن والا کر دے۔ انہوں نے تمام شہروں کیلئے یہ دُعا نہ کی تھی ان کے بارے میں عرض کی۔ "وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ" اور اپنے ان گھر والوں کیلئے ہی دُعا کی تھی کہ

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ۔ (ابراہیم ۳۷)

اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس، اے ہمارے رب اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں۔

اور امام ابن منذر نے امام ابن جریج سے سند کے ساتھ روایت

کی انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول کر

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ (ابراهیم ۴۰)

اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنیوالا رکھ اور کچھ میری اولاد کو۔

(یعنی حضرت اسمٰعیل اور انکی اولاد، اس وادی بے زراعت میں تیرے ذکر و فکر اور تیری عبادت میں مشغول رہیں) حضرت ابن جریح نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السّلام کی دُعا کے نتیجے میں:

فلن یزال من ذریة ابراهیم ناس علی الفطرة یعبدون الله۔

ابراہیم کی ذریت و اولاد میں سے کچھ لوگ ہمیشہ دینِ فطرت پر رہیں گے اللہ کی عبادت کرتے رہیں گے۔

عَرب میں شرک کب آیا

بخاری وغیرہ میں بہت سی صحیح حدیثیں ہیں اور علماء کے بے شمار اقوال وارشادات ہیں کہ عرب زمانہ ابراہیم علیہ السّلام سے ہیں اور وہ اس کے دین پر رہے ہیں عمرو بن عامر خزاعی کے زمانہ تک کسی نے کفر و شرک نہ کیا تھا اور یہ وہی شخص ہے جسے عمرو بن لحی کہا جاتا ہے اور یہ پہلا شخص جس نے بت پرستی کی اور دین ابراہیم علیہ السلام کو بدل ڈالا۔

امام شہرستانی "الملل والنحل" میں فرماتے ہیں کہ دینِ ابراہیمی قائم تھا اور توحید صدر عرب میں شائع تھی اور پہلا شخص جس نے اسے بدلا اور بت پرستی اختیار کی عمرو بن لحی ہے اور امام سہیلی "الروض الانف" میں فرماتے ہیں کہ جب قبیلہ خزاعہ بیت اللہ پر غالب آگیا اور جُرھم قبیلہ کو مکہ سے نکال دیا تو عرب نے عمرو بن لحی کو اپنا سربراہ بنا لیا یہ

ان کیلئے جو بدعت ایجاد کرتا وہ اسے اپنا راستہ بنالیتے کہ اسی پر چلنا شروع کردیتے تھے۔ امام سہیلی فرماتے ہیں کہ امام ابن اسحٰق نے بیان کیا کہ یہی پہلا شخص ہے جس نے حرم شریف میں بتوں کو داخل کیا اور لوگوں کو انکی پوجا کی ترغیب دی اور فرماتے ہیں کہ

تلبیہ ابراہیمی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے حج کا تلبیہ اس طرح چلا آرہا تھا "لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ" یہاں تک کہ عمرو بن لحی تلبیہ پڑھ رہا تھا تو اس دوران شیطان ایک بوڑھے کی شکل میں اسکے پاس ظاہر ہوا اور اسکے ساتھ تلبیہ پڑھنے لگا، تو عمرو نے کہا "لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ" تو اس بوڑھے نے کہا "اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَ لَکَ (مگر وہ جو تیرا شریک ہے" تو عمرو اس پر چونکا اور بوڑھے سے کہا کہ یہ کیا کہدیا؟ بوڑھے نے کہا۔ تَمْلِکُہٗ وَمَا مَلَکَ" یعنی تیرا شریک ہے جسے تو نے شریک بنایا اور تو اس کا مالک ہے وہ مالک نہیں ہے اور ساتھ ہی عمرو سے کہا کہ ایسا کہنے میں کوئی حرج نہیں، تو عمرو نے وہی کہہ دیا؟ آخر عرب نے اسی کو اپنا دین ٹھہرا لیا (کہ خدا کے ساتھ شریک کا اعتقاد اختیار کرلیا) اور عمرو بن لحی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت کنانہ کے زمانہ کے قریب ہوا ہے اور کنانہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے تیرھویں جد امجد ہیں۔ اور امام ابن حبیب نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سند کیساتھ روایت کیا، آپ نے فرمایا عدنان و معد و ربیعہ و مضر و خزیمہ اور اسد نسب ملتہ

ابراہیم پر تھے ان کا ذکر بھلائی کے ساتھ ہی کیا کرو۔ اور امام ابن سعد طبقات میں عبداللہ بن خالد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مضر کو برا نہ کہو اور نہ ربیعہ کو بلاشبہ وہ دونوں مومن تھے۔
اسے امام زبیر بن بکار نے بیان کیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روایت کی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ الیاس کو برا نہ کہو بے شک وہ مومن تھا اور یہ بھی کہا کہ وہ اپنی پشت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیۂ حج کو سنتے تھے (مواہب لدنیہ ج ا ص۱۲) اور کہتے ہیں کہ کعب بن لوئی پہلا شخص ہے جس نے "عروبہ" کا نام جمعہ رکھا اور قریش جمعہ کے روز اس کے پاس اکٹھے ہوتے اور وہ انکو خطبہ دیتے ان سے خطاب کرتے) اور انکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دیا کرتے اور بتاتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسکی اولاد میں سے ہوں گے اور انہیں حکم فرماتے کہ (جب وہ مبعوث ہوں) انکی اتباع کریں اور ان پر ایمان لائیں اور وہ اس سلسلے میں کچھ اشعار پڑھتے تھے ان میں سے ایک یہ شعر ہے۔

یا لیتنی شاھد نجواء دعوته
اذا قریش تبغی الحق خذلانا

اے کاش کہ میں موجود ہوتا انکی خفیہ دعوت میں، جب دین حق کا مقابلہ کرنا چاہیں گے۔
ان کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان پانچسو ساٹھ سال کی مدت کا فاصلہ ہے (دلائل النبوۃ لابی نعیم ص۵)
خلاصہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام حضرت آدم

علیہ السلام سے کعب بن لوئی اور ان کے بیٹے مرہ تک سب کا ایمان صراحت کے ساتھ ثابت ہے۔

چچا کو باپ کہا گیا

لیکن آزر کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا وہ حضرت ابراہیم کے باپ تھے یا چچا تھے، قرآن کریم میں ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ (انعام ۷۴)

اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو بے شک میں تمہیں اور تمہارے قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔

تو یہاں ابراہیم علیہ السلام کے چچا آزر کو باپ کہا گیا ہے اسی طرح آیت استغفار ابراہیم (توبہ ۱۱۴) میں بھی، کیونکہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے باپ کا نام تارح ہے جیسا کہ قاموس میں ہے۔

آزر اسم عم ابراهیم واما ابوه فانه تارح۔ (القاموس المحیط ص ۴۳۷)

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے اور رہے ان کے باپ تو وہ تارح ہیں۔

اسی طرح تاریخ طبری میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلۂ نسب کو بیان کرتے ہوئے ان کے باپ کا نام تارح بتایا گیا ہے (تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۱۹)

اور قرآن مجید میں آیت کریمہ ۱۳۳ سورۂ بقرہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ

بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا

اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۔ (البقرہ : ۱۳۳)

ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق کا ، ایک خدا ، اور ہم اسکے حضور گردن رکھے ہیں ۔

اس آیت میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب کا باپ کہا گیا ہے جبکہ وہ ان کے چچا تھے ، اسی طرح حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کے بارے میں فرمایا

رُدُّوْا عَلَیَّ اَبِیْ

کہ میرے باپ کو میرے پاس لوٹا دو

(ملاحظہ مفردات امام راغب و تفسیر کبیر وغیرہ)

حدیثِ مسلم

اور حدیثِ مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرا باپ کہاں ہے ؟ فرمایا " جہنم میں " تو جب وہ واپس ہونے لگا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا " اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاكَ فِی النَّارِ " کہ بے شک میرا اور تیرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں ۔ اسکا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیث حجت نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ میں راویوں نے اختلاف کیا ہے ، ان الفاظ پر راویوں کا اتفاق ہی نہیں تو جب ان الفاظ پر اتفاق ہی نہیں بلکہ اختلاف و تنازع ہے تو متنازع فیہ چیز حجت نہیں ہوا کرتی ۔

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبہ قال حدثنا عفان قال حدثنا حماد بن سلمۃ عن ثابت عن انس (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۴)

اس سند میں جو راوی حماد بن سلمہ ہیں وہ بعض اصحاب جرح کے نزدیک

مجروح ہیں کیونکہ ان کا حافظہ متاثر تھا نیز ان کا ایک پروردہ تھا جس کا نام ابن ابی العوجاء تھا وہ انکی کتابوں اور تحریروں میں اپنی طرف سے کچھ ملا دیا کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس سے روایت نہیں کی۔

(ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ۳ صفحہ ۱۴/۱۵)

رہا یہ سوال کہ اس بات کی کیا دلیل ہے کہ یہ الفاظ "اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ" کہ میرا اور تیرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں" ملاوٹ ہیں؟ کیونکہ بلا دلیل انکو رد کرنا اور ان پر ملاوٹ ہونے کا حکم لگانا تو غلط بات ہے مگر ہمارے پاس دلیل یہ ہے کہ امام مسلم کے علاوہ جن دوسرے محدثین نے اس حدیث کو" حماد بن سلمہ" کے علاوہ "معمر" کے ذریعے روایت کیا ہے اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ ان کی جگہ یوں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو واپس بلا کر اس سے یہ فرمایا اِذَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ کَافِرٍ فَبَشِّرْہُ بِالنَّارِ" کہ جب تم کسی کافر کی قبر سے گذرو تو اسے دوزخ کی خوشخبری سناؤ" اس حدیث کو امام معمر نے بھی حضرت ثابت سے اور انہوں نے حضرت انس سے روایت کیا اسمیں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ میرا اور تیرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں بلکہ اس میں ہے کہ اس شخص کو بلا کر فرمایا کہ تم جب کسی کافر کی قبر سے گذرو تو اسکو دوزخ کی بشارت دو اور معمر، حماد بن سلمہ سے زیادہ وقعت و مرتبہ رکھتے ہیں اور یہ بخاری و مسلم دونوں کے نزدیک مسلم شخصیت ہیں جبکہ حماد سے بخاری نے روایت نہیں لی اور اسکی وجہ یہ تھی کہ حماد بن سلمہ کی حدیثوں میں ابن ابی العوجاء جیسے جھوٹوں نے ملاوٹ کردی اس لیے امام بخاری نے انکی حدیثوں کو ترک کر دیا (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ۳ صفحہ ۱۴)

جب کہ معمر بخاری ومسلم دونوں کے مسلم راویوں میں سے ہیں۔ نیز طبرانی اور بیہقی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے انس سے بھی معمر کی روایت کی تائید ہوتی ہے اسکے الفاظ یہ ہیں "حَیْثُمَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ کَافِرٍ فَبَشِّرْہُ بِالنَّارِ" کہ جہاں تم کافر کی قبر سے گذرو اسکو دوزخ کی خوشخبری سنا دو (مسالک الحنفاء للسیوطی ص۵۵)

اور صحیح ابن ماجہ کی روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ "اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ" میرا اور تیرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں" صحیح نہیں یہ ملاوٹ ہے اسکی بجائے صحیح الفاظ وہی ہیں۔ امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ میرا باپ صلۂ رحمی وغیرہ ایسے نیک کام کیا کرتا تھا "فَاَیْنَ ھُوَ" پس وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا "فِی النَّارِ" کہ دوزخ میں ہے۔ پھر اس نے سوال کیا "فَاَیْنَ اَبُوْکَ" کہ آپ کا باپ کہاں ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا "حَیْثُ مَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ مُشْرِکٍ فَبَشِّرْہُ بِالنَّارِ" کہ تم جہاں کسی مشرک کی قبر سے گذرو اسے دوزخ کی خوشخبری دے دو" اسکے بعد حدیث میں ہے کہ وہ اعرابی مسلمان ہو گیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مجھے بڑی بھاری ذمہ داری سونپی ہے کہ میں جس کسی کافر اور مشرک کی قبر سے گذروں اسے دوزخ کی خوشخبری سنا دوں ملاحظہ ہو صحیح ابن ماجہ ص۱۱۳ اس میں وہ الفاظ نہیں ہیں کہ میرا اور تیرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں بلکہ اسکی بجائے یہ الفاظ ہیں۔ نیز اگر وہ الفاظ ہوتے تو اسکو بھاری ذمہ داری سے تعبیر بھی نہ کیا جاتا۔ الغرض، صحیح مسلم والی روایت کے وہ الفاظ ملاوٹ

ہیں لہٰذا ان سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے دوزخ میں ہونے کا دعوٰی درست نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اسمیں تاویل کا احتمال بھی ہے کہ باپ سے مراد چچا ابو طالب ہوں کیونکہ ان کا کفر پر خاتمہ ہوا اور حدیثوں میں ان کے عذاب کی خبر بھی دی گئی ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ (الانعام ۱۳۱)

یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم کیوجہ سے تباہ نہیں کرتا جبکہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔

یعنی کوئی بستی ایسی ہو کہ ان کے باشندے ظلم کرتے اور زیادتی کے مرتکب ہوتے ہوں اللہ تعالیٰ ان کے ظلم و زیادتی کیوجہ سے انکو تباہ نہیں کرتا اور غفلت و بے خبری میں انہیں عذاب میں مبتلا نہیں فرماتا جب تک اپنے پیغمبر کو انکی طرف بھیج کر اتمام حجت نہ فرمائے۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین عذاب کے مستحق نہ تھے کیونکہ وہ زمانۂ فترت میں تھے انکی طرف کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا جس نے انکو اسلام کی دعوت دی ہو۔

امام نووی سے گذارش

رہا یہ سوال کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں "اِنَّ اَبِیْ وَ اَبَاكَ فِی النَّارِ" والی حدیث کے تحت جو فرمایا کہ زمانہ فترت اور جاہلیت کے لوگ بھی عذاب الٰہی کے مستحق ہیں کیونکہ ان کیلئے پہلے پیغمبروں کی تعلیمات واجب العمل تھیں"، صحیح نہیں ہے کیونکہ اس زمانہ کو زمانہ فترت

کہا جاتا ہے جسے امام خود تسلیم فرما رہے ہیں اور اسکو زمانۂ فترت کا نام بھی دے رہے ہے اور فترت کے معنی لسان العرب میں فرماتے ہیں کہ

الفترۃ مابین کل نبیین ما بین کل رسولین من رسل اللہ عزّ وجل من الزمان الذی انقطعت فیہ الرسالۃ	فترت ہر دو پیغمبروں کے درمیان اور اللہ عزّ و جل کے رسولوں میں سے ہر دو رسولوں کے درمیان کا وہ زمانہ ہے جس میں پیغمبری کا سلسلہ کٹا رہا۔

(لسان العرب ج ۵ ص ۴۴)

اس سے ظاہر ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ کے درمیان تقریباً چھ صد سال کا عرصہ تھا اور یہ زمانۂ فترت تھا چنانچہ صحیح بخاری میں ہے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

فترۃ ما بین عیسیٰ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم ستمائۃ سنۃ۔	عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین زمانہ فترت چھ سو سال ہے

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۶۲)

یعنی اس عرصہ میں کوئی نبی و رسول تشریف نہیں لایا اور نہ ہی اس دوران لوگوں کیلئے علی العموم کوئی شریعت تھی، سوائے بنی اسرائیل کے، کہ انکے پاس تورات تھی جس پر وہ عمل کرنے کے مکلف تھے اور حضرت عیسیٰ بھی بنی اسرائیل کیلئے نبی تھے جنہیں انجیل دی گئی تھی مگر وہ ان کے دشمن ہو گئے تھوڑے سے تھے جو ان پر ایمان لائے اور اکثریت دشمن ہو کر ان کے قتل کے درپے ہو گئی آخر انکو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا، انکی رسالتیں اور نبوتیں دوسری اقوام کیلئے نہ تھیں بالخصوص خطۂ حجاز مقدس و عرب شریف

کے لوگوں کی طرف تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد کوئی پیغمبر تشریف نہیں لایا، اور حضرت عیسٰی تشریف لائے تو وہ بھی حضرت اسمٰعیل کی لڑی سے نہ تھے بلکہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے خاندان سے تھے، لیکن ان کے بعد روئے زمین پر کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہوا آخر چھ سو سال کے بعد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور تمام مخلوق کے رسول کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں مبعوث ہوئے۔ اس دوران کے زمانہ کو حضرت سلمان فارسی رسالت کے تعطل و انقطاع کا زمانہ قرار دے رہے ہیں گویا بنی اسرائیل کے سوا باقی لوگ بالعموم اور عرب کے لوگ بالخصوص کسی خاص رسالت و نبوت کی روشنی میں کسی کتاب یا شریعت کے احکام کے مکلف نہ تھے لیکن علامہ عینی کا خیال ہے کہ فترت کے اس چھ سو سال کے عرصہ میں بعض انبیاء ہوئے تھے جیسے حنظلہ بن صفوان اصحاب الرس کے پیغمبر تھے فرماتے ہیں کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ اور زمانہ فترت میں ہوئے تھے اور خالد بن سنان عبسی پیغمبر ہوئے تھے امام طبرانی اپنی سند سے ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ خالد بن سنان کی صاحبزادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت میں آئی تو آپ نے اسکے لئے چادر بچھائی اور فرمایا کہ یہ ایک ایسے پیغمبر کی صاحبزادی ہے۔ جسے اسکی قوم نے ضائع کر دیا اور ابن عباس سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ظاہر ہوئے تو آپ کی خدمت میں خالد بن سنان کی صاحبزادی آئی اور وہ بڑی بوڑھی تھی تو آپ نے اسے خوش آمدید فرمایا اور فرمایا کہ میرے بھائی کی بیٹی کو خوش آمدید ہو اس خاتون کے باپ نبی تھے اور انکی قوم نے انکو ضائع کر دیا ان

سے فائدہ نہ اٹھایا اور ہدایت حاصل نہ کی) اور ان پیغمبروں میں سے شعیب بن ذی مہزم بھی تھے جو شعیب بن صنیفون کے علاوہ تھے امام سہیلی فرماتے ہیں کہ یہ معد بن عدنان کے زمانہ میں عرب میں سے نبی تھے اور حضرت امام حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ صالحین لوگ تھے جو بھلائی کی دعوت دیا کرتے، پس بے شک حدیث صحیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے آپ نے فرمایا کہ میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے قریب تر ہوں کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا، امام عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ اس حدیث میں اس بات کا احتمال ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ ایسا نبی مبعوث نہیں ہوا جو رسول ہو لہٰذا اس سے ایسے نبی کی نفی نہ ہوگی جو نبی غیر مرسل ہو جو لوگوں کو رسول اخیر کی شریعت کی دعوت دیتا ہو۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۷، صـ ۷۲/۷۳)

لیکن ان حضرات کی نبوت علماء میں متفق علیہ نہیں ہے اور حضرت سلمان فارسی کے اس ارشادِ گرامی سے جو ہم نے صحیح بخاری کے حوالہ سے نقل کیا یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی رسول و نبی تشریف نہیں لایا جیسا کہ حضرت حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ کے قول سے تائید ہوتی ہے۔ بہر صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین جس زمانہ میں تھے وہ فترت کا زمانہ تھا اس پر سب کا اجماع و اتفاق ہے لہٰذا ان کو امام نووی علیہ الرحمۃ کا سابقہ شریعت کا متقلب قرار دینا ناقابل فہم بات ہے جس کی بنیاد اس حدیث پر رکھی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا اور تیرا باپ دونوں دوزخ

ہیں ہیں تو ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ الفاظ راوی وغیرہ کی غلط فہمی سے مروی ہوتے ہیں یا ملاوٹ ہیں ان کی بجائے وہ الفاظ ہیں کہ تو جس کافر و مشرک کی قبر سے گذرے اسے جہنم کی خوشخبری سنا دے لہٰذا امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث سے استنباط کیا ہوا نتیجہ کہ اہل فترت مکلف تھے اور ترک عمل سے جہنم کے عذاب کے مستحق تھے، بھی غلط قرار پایا۔ ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

وَلَوْلَا اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (القصص ۴۷)

اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انہیں کوئی مصیبت اسکے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہتے ہیں اے ہمارے ربّ تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن ابی حاتم اس آیت کی تفسیر میں سند جس کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانۂ فترت میں ہلاک ہونے والا کہتا کہ اے ربّ میرے پاس کوئی کتاب نہ آئی اور نہ کوئی رسول، پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی "لولا ان تصیبھم الخ"۔

اس سے بھی واضح ہوا کہ فترت والے لوگ مکلف نہ تھے اور جو مکلف نہ ہو وہ ناجی ہے لہٰذا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین ناجی اور جنتی ہیں۔

ایک اور جگہ فرماتا ہے:

وما اهلکنا من قریۃ الا لہا منذرون ذکری وما کنا ظالمین (شعراء ۲۰۸، ۲۰۹)

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں نصیحت کیلئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام عبد بن حمید و ابن منذر و ابن ابی حاتم اپنی تفاسیر میں حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا۔

ما اھلک اللہ من قریۃ الا من بعد الحجۃ والبینۃ والعذر حتی یرسل الرسل وینزل الکتب تذکرۃ لھم وموعظۃ وحجۃ اللہ "ذکری وما کنا ظالمین" یقول ما کنا نعذبھم الا من بعد البینۃ والحجۃ (مسالک الحنفاء ص۴)

اللہ تعالیٰ نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر حجت کیلئے " ذکری وما کنا ظالمین " فرماتا ہے کہ ہم انہیں عذاب نہیں دیتے مگر حجت اور دلیل قائم کرنے کے بعد

اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین عذاب کے مستحق نہیں تھے کیونکہ ایک تو کسی صحیح وصریح نص سے ان کا شرک ثابت نہیں اور دوسرے یہ کہ ان پر کسی نبی ورسول کے ذریعے حجت الٰہیہ قائم نہیں ہوئی اور قرآنِ کریم کی رُو سے ایسے لوگ عذاب کے مستحق ہی نہیں۔

اس سلسلے میں قرآن کریم کی اور بھی کئی ایک آیتیں پیش کی جاسکتی ہیں مگر ہم نے ان پر اکتفاء مناسب سمجھا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اس موضوع پر ایک مبسوط کتاب لائی جائے گی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

کریمین کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کو بھی دخل ہے لہٰذا اس پر قلم اٹھانا اور آپ کے والدین کریمین کے ناجی ہونے کے دلائل قائم کرنا ضرور آپ کی خوشنودی کا باعث ہوگا اور آپ کی خوشنودی خدائے قدوس کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ عظمیٰ ہے۔

غرضیکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ہر پیغمبر ایک خاص قوم کیلئے تشریف لاتا تھا لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے۔ اور پہلے پیغمبروں میں سے جس کسی نبی و رسول کو کسی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا وہی قوم اس پیغمبر کی پیروی کی مکلّف ہوتی تھی اور اس قوم کے علاوہ دوسرے لوگ اہل فترت قرار پاتے تھے، ہاں اس نبی کی جو پہلے مبعوث ہوتے کی اولاد بھی اس نبی کی تعلیمات کی پیروی کی مکلّف ہوتی جبکہ اسکی تعلیمات اپنی اصلی حالت پر ہوتی اور اگر وہ تعلیمات بھی اپنی اصلی حالت میں باقی نہ رہی ہوتی تو پھر سب کے سب ہی اہل فترت قرار پاتے، اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین بلاشک وشبہ اہل فترت سے تھے کیونکہ نہ تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور نہ ہی اسکی قوم سے، لہٰذا وہ ناجی اور اہل جنت سے ہیں۔

شفاعت والدین کریمین

امام حافظ محب الدین احمد بن عبداللہ طبری متوفی ۶۹۴ھ جن کے بارے میں امام شمس الدین ذہبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

الفقيه الزاهد المحدث كان شيخ الشافعية و محدث الحجاز۔	وہ فقیہ، زاہد، محدث، شافعیہ کے شیخ اور حجاز (عرب) کے محدث تھے۔

(شذرات الذہب ج ۵ ص۲۲۶)

اپنی کتاب " ذخائر العقبی " میں فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ شَفَعْتُ لِاَبِیْ[۱] وَ اُمِّیْ[۲] وَعَمِّیْ[۳] اَبِیْ طَالِبٍ وَاَخٍ لِیْ کَانَ فِی الْجَاہِلِیَّۃِ۔	جب قیامت کا دن ہوگا میں اپنے باپ اور اپنی ماں اور اپنے چچا ابوطالب اور اپنے ایک بھائی کی جو جاہلیت میں تھا، شفاعت کرونگا۔

(ذخائر العقبیٰ ص۷)

امام طبری فرماتے ہیں اگر یہ حدیث (ضعف سے بڑھکر صحت کی حد تک) ثبوت کو پہنچ جائے تو ابوطالب کے بارے میں اسکی تاویل کی حاجت ہوگی باقی تین آپ کے والد، والدہ اور بھائی کے بارے میں تاویل کی حاجت نہیں کیونکہ ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو پایا اور اسلام نہ لائے اور باقی تینوں زمانۂ فترت میں انتقال کرگئے اور بھائی سے آپ کا ایک رضاعی بھائی مراد ہے، امام طبری کے اس ارشاد سے کہ ابوطالب نے آپ کی بعثت کو پایا اور اسلام نہ لائے اور کفر پہ مرے، واضح ہو رہا ہے کہ آپ کے والدین کریمین کا خاتمہ کفر پہ نہیں ہوا اور نہ ہی رضاعی بھائی کا، اس لیے ان کے

بارے میں حدیث کی تاویل کی حاجت نہیں، جب کفر پہ نہ مرے تو عذاب کے مستحق کیونکر ہوئے اور دوزخ میں کیوں جائیں گے۔

رہا یہ سوال کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اکبر میں ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کفر پر مرے اس کا جواب یہ ہے کہ فقہ اکبر کے بعض نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے میرے استاذ و شیخ امام اہلسنت سیدی علامہ احمد سعید کاظمی محدث امروہی ثم ملتانی علیہ الرحمۃ نے ہمیں متعدد بار دورانِ تدریس حدیث ارشاد فرمایا کہ انہوں نے وہ نسخہ خود ملاحظہ فرمایا تھا جس میں یہ عبارت نہ تھی۔ لہٰذا یہ عبارت بعد میں ان لوگوں نے لاحق کر دی ہو گی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے بارے منفی خیال رکھتے تھے جیسا کہ ان لوگوں نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی تفسیر وغیرہ میں "وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کے تحت یہ ملاوٹ کر دی کہ بزرگوں کے نام منسوب کہ وہ جانور حرام ہو جاتا ہے اگرچہ اسے اللہ تعالےٰ کا نام لیکر ذبح کیا جائے، اور اس ملاوٹ کی گواہی حضرت شاہ صاحب کے شاگرد رشید مولانا شاہ عبدالرؤف محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر رؤفی میں دی ہے جو پبلک لائبریری میں موجود ہے جسکی فوٹو کاپی راقم کے پاس بھی ہے۔ لہٰذا فقہ اکبر میں بھی مخالفین نے اس قسم کا کرشمہ دکھایا ہے۔ خدا ان کو ہدایت دے۔ اور اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی المستند میں یہی فرمایا ہے کہ یہ ملاوٹ ہے پھر فرماتے ہیں کہ معتبر نسخوں میں ایسی عبارت نہیں ہے۔

(المعتمد صـ ۱۷۴)

اور ابوطالب کے بارے شفاعت سے مراد تخفیفِ عذاب کی شفاعت ہے

کفّار کے عذاب کی تخفیف کا مسئلہ

رہا یہ سوال کہ ابو طالب کا کفر پر خاتمہ ہوا اور کافر کے عذاب کی تخفیف نہ ہوگی قرآنِ مجید میں ہے کہ:

لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ۔ (البقرہ: ۱۶۲)

نہ ان پر سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی انکو مہلت دی جائیگی۔

لہٰذا یہ حدیث قرآن کریم کے خلاف ہے اس لئے یہ ناقابلِ تسلیم ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں تخفیفِ عذاب کفار کی نفی مطلق ہے اور مطلق کا جب اطلاق ہوتا ہے تو اس کا فردِ کامل مراد ہوتا ہے جیسا کہ اصولِ فقہ کا قاعدۂ مسلمہ ہے لہٰذا اس تخفیف سے تخفیف کامل مراد ہے اور تخفیف کامل یا دوسرے الفاظ میں کلی تخفیف یعنی جہنم سے خلاصی ہے لہٰذا ترجمہ یوں ہوگا کہ کافروں کو دوزخ سے خلاصی یا مکمل رہائی نہیں دی جائیگی اس سے جزوی تخفیف کی نفی لازم نہیں آتی، اور صحیح بخاری میں ابولہب کے عذاب کی تخفیف کا واقعہ مسلمہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں آ کر اس نے اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کر دیا تھا جس کی وجہ سے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن یعنی پیر کی رات کو دو انگلیوں کے درمیان سے پانی چوسنے کو ملتا ہے جس سے اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری کے علاوہ امام عبدالرزاق اور امام اسمٰعیلی نے بھی روایت کیا (شرح مواہب للامام الزرقانی ج ۱ ص ۱۳۸)

ابوطالبؓ کی شفاعت

اور صحیح بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا فائدہ پہنچایا؟ وہ آپ کا دفاع کرتا تھا (آپ کو دشمنوں سے تحفظ دیتا تھا) اور آپ کی وجہ سے آپ کے دشمنوں سے ناراض ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ٹخنوں تک کی آگ میں ہے اگر میں نہ ہوتا "لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" تو وہ سب سے نچلی دوزخ میں ہوتا (صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۴۸) اسکی شرح میں امام شمس الدین محمد الکرمانی متوفی ۷۸۶ھ فرماتے ہیں کہ:

فَاِنْ قُلْتَ اَعْمَالُ الْكَفَرَةِ "هَبَاءً مَّنْثُوْرًا" لَا فَائِدَةَ فِيْهَا؟ قُلْتُ هٰذَا النَّفْعُ هُوَ مِنْ بَرَكَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم خَصَائِصِهٖ

پس اگر تم کہو کہ کافروں کے اعمال تو باطل و ناکارہ ہیں ان میں کوئی فائدہ نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ یہ نفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کی خصوصیات سے ہے۔

(الکواکب الدراری فی شرح البخاری ج ۱۵ ص ۹)

یعنی اسکے باوجود کہ کافروں کے اعمال غبار کے باریک باریک بکھرے ہوئے ذروں کی طرح ہیں کہ انہیں ہاتھ میں لینا چاہیں تو ہاتھ میں کچھ نہ آئے گا یعنی ان کے عمل بے کار اور باطل ہیں لیکن اسکے باوجود ابولہب کو جو فائدہ پہنچا کہ اسے سب سے نچلی دوزخ کی بجائے سب سے اوپر والی اور سب سے کم عذاب والی جگہ میں رکھا گیا ہے کہ دوزخ

کی آگ اسکے ٹخنوں تک ہے اور یہ ایک کافر کیلئے سب سے ہلکا عذاب ہے تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں جس تخفیفِ عذاب کفار کی نفی ہے وہ کلی تخفیف ہے۔ جس کا نتیجہ دوزخ سے رہائی ہے ایسی تخفیف کفار کو نصیب نہ ہوگی رہی جزوی تخفیف کی بات، تو اسکی نفی نہیں بلکہ وہ حدیث مذکور کی روشنی میں وہ تخفیف ابو طالب کو حاصل ہے اور یہ قرآن کے خلاف نہیں تو ذخائر العقبےٰ والی حدیث بھی قرآن کے خلاف نہ ہوئی۔

نیز امام سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جو ذخائر العقبیٰ کے حوالے سے گذری اسے امام ابو نعیم وغیرہ نے بھی ایک اور سند کیساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ آپ کا وہ بھائی رضاعی بھائی ہے پھر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی کئی ایک سندیں ہیں جو ایک دوسرے کو قوت بہم پہنچاتی ہیں اور یہ بات توجہ طلب ہے کہ جب آپ کی برکت سے آپکے چچا ابو طالب کو اس قدر فائدہ پہنچا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اسلام لانے کی دعوت دی اور وہ اسلام نہ لائے تو آپ کے والدین کریمین جنکی پشت مبارک اور بطن اقدس میں آپ جلوہ گر رہے اور ان کو آپ کی دعوت بھی نہ پہنچی انکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کس قدر پہنچے گی اور وہ دوزخ میں کیونکر جا سکتے ہیں۔

اسکے بعد امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

فَاِنَّ الْحَدِیْثَ الضَّعِیْفَ	پس بے شک حدیثِ ضعیف زیادہ
یَتَقَوّٰی بِکَثْرَۃِ طُرُقِہٖ	سندوں کی وجہ سے قوت پاتی ہے
وَاَمْثَلُھَا حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ	اور ان سب سے زیادہ قوت والی

رَضِيَ اللّٰہ عَنْہُ فان الحاکم حضرت ابنِ مسعود کی حدیث ہے کہ صحیحہ۔ امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔

(مسالک الحنفاء ص۱۵)

لہٰذا یہ حدیث کہ "میں قیامت کے دن اپنے والد، والدہ، چچا ابوطالب اور رضاعی بھائی کی شفاعت کروں گا" متعدد سندوں سے قوت پاکر قوی و معتبر ٹھہری، لہٰذا آپ کے والدین کریمین کا ناجی و جنتی ہونا حق ٹھہرا۔

حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے اشعار

امام ابونعیم کی دلائل النبوۃ میں ہے کہ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ آپ کو لیکر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئیں اور آپ اس وقت پانچ سال کے تھے تو راستہ میں مقام ابواء پر ان کا وصال ہو گیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے وصال کے وقت حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یہ اشعار کہے ؎

بَارَکَ اللّٰہ فِیْکَ مِنْ غُلَامٍ

یَا ابْنَ الَّذِیْ مِنْ حَوْمَۃِ الْحِمَامِ

نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْمِنْعَامِ

فُوْدِیَ غَدَاۃَ الضَّرْبِ بِالسِّهَامِ

بِمِائَۃٍ مِنْ اِبِلٍ سَوَامٍ

اِنْ صَحَّ مَا اَبْصَرْتُ فِی الْمَنَامِ

فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْاَنَامِ

مِنْ عِنْدِ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

تُبْعَثُ فِی الْحِلِّ وَالْحَرَامِ

تُبْعَثُ بِالتَّحْقِیْقِ وَالْاِسْلَامِ

دِیْنِ اَبِیْكَ الْبَرِّ اِبْرَاهَامِ

فَاللّٰهُ یَنْهَاكَ عَنِ الْاَصْنَامِ

اَنْ لَّا تُوَالِیْهَا مَعَ الْاَقْوَامِ

ترجمہ:

اے میرے لڑکے اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت فرمائے
اے اس باپ کے بیٹے جس نے بہت ہی انعام فرمانے
والے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کی مدد سے سخت موت سے نجات
پائی پس تیروں کے ذریعے قرعہ اندازی کی صبح کو اسکی ایک
سو بلند قامت اونٹوں کی دیت دی گئی۔ اگر وہ بات جو میں نے خواب
میں دیکھی صحیح ہے تو تم اللہ ذوالجلال والاکرام کی طرف سے تمام
لوگوں کی طرف بھیجے جاؤ گے حرم سے باہر اور حرم کے اندر
(سب لوگوں کیلئے) مبعوث کئے (رسول بنائے) جاؤ گے
تم تحقیق اور اسلام کے ساتھ بھیجے جاؤ گے۔ اپنے نیک باپ
ابراہیم کے دین کے ساتھ۔ پس اللہ تجھے بتوں سے منع فرماتا ہے
کہ تم بت پرست قوم کے ہمراہ ہو کر بتوں سے دوستی نہ کرنا۔

شارح بخاری امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ شریف میں اور امام
زرقانی نے اسکی شرح میں اور علامہ امام حسین بن محمد بن حسن دیار بکری متوفی
۹۶۶ھ نے تاریخ الخمیس میں اسکو نقل کیا ان کتابوں میں تو " فَاللّٰهُ
یَنْهَاكَ عَنِ الْاَصْنَامِ"، کہ پس اللہ تجھے بتوں سے روکتا ہے، کی

بجائے " فَاللهُ اَنْهَاكَ " ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ " تجھے اللہ کی قسم دیکر میں تجھے بتوں سے روکتی ہوں " (ملاحظہ ہو دلائل النبوۃ ص۲۰ و مواہب لدنیہ ج ا ص ۳۲، ۳۳ و زرقانی علی المواہب ج ا ص ۱۶۴/ ۱۶۵ و تاریخ الخمیس ج ا ص ۲۲۹)

علماء جانتے ہیں کہ " اَنْهَاكَ " میں " اَنْهَا " صیغہ واحد متکلم ہے اور " كَ " ضمیر خطاب ہے، یعنی حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ رہی ہیں کہ " اللہ کی قسم کے ساتھ میں تجھے بتوں سے منع کر رہی ہوں کہ بت پرست قوم کے ساتھ ہو کر آپ بتوں سے دوستی نہ کرنا، رہا یہ سوال کہ پیغمبر تو معصوم ہیں وہ بتوں سے دوستی نہیں کر سکتے، پھر منع کرنے کا کیا فائدہ، اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل یہ خطاب بواسطۂ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے لوگوں سے ہے جیساکہ قرآن کریم میں بھی بہت سی ایسی آیات ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن اس سے مراد دوسرے لوگ ہیں اور یہ حقیقت اہل علم سے مخفی نہیں ہے - ان اشعار سے بھی ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کافرہ یا مشرکہ ہرگز نہ تھیں بلکہ توحید پر اور دین ابراہیم علیہ السلام پر یقین رکھتی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کے صدقے میں جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ مجھے اور میری اولاد کو بُت پرستی سے بچانا، آپ کی دُعا کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ کی اولاد سے خصوصی طور پر وہ بزرگ شخصیتیں جن میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک منتقل ہوتا چلا آرہا تھا بت پرستی سے محفوظ رہیں اور وہ آپ کے آباءِ کرام و امہاتِ مکرمات ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ

امام محب الدین طبری علیہ الرحمۃ ذخائر شریف میں امام ابن السری کے حوالہ سے حدیث لاتے ہیں جسے انہوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

وَعَدَنِیْ رَبِّیْ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ مَنْ اَقَرَّ مِنْھُمْ بِالتَّوْحِیْدِ
(ذخائر العقبیٰ ص۲۰)

اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ میرے گھر والوں کے بارے میں وعدہ فرمایا جو ان میں سے توحید کا اقرار کریگا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میرے گھر والوں میں سے جو توحید کا اقرار کرتا اور توحید پر یقین رکھتا ہوگا میں اسے جنت میں داخل کروں گا۔ ان گزشتہ دلائل سے واضح ہو چکا کہ آپ کے آباء کرام بالعموم اور والدین کریمین بالخصوص توحید پر یقین رکھتے تھے، شرک سے محفوظ اور کردار کے لحاظ سے نہایت پاکیزہ تھے لہٰذا ان کے جنتی ہونے میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانیوالا

یہی امام طبری اسی ذخائر شریف میں امام الملا کی سیرت کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں انہوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ بی بی سبیعہ بنت ابی لہب، رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! لوگ مجھے

"حطب النار"، کی بیٹی کہتے ہیں (یہ وہ کلمہ ہے جو سورہ تَبَّتْ یَدَا اَبِی لَہَبٍ" میں ابولہب کی بیوی کی مذمت میں فرمایا گیا)، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناکی اور ناراضگی کے عالم میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ:

مَا بَالُ اَقْوَامٍ یُؤْذُوْنَنِیْ فِیْ قَرَابَتِیْ، مَنْ آذٰی قَرَابَتِیْ فَقَدْ آذَانِیْ وَمَنْ آذَانِیْ فَقَدْ آذَی اللہَ۔

(ذخائر العقبیٰ ص۲)

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میری قرابت و رشتہ داری میں مجھے ایذاء پہنچاتے ہیں جس نے میری قرابت والوں کو ایذاء پہنچائی اس نے بیشک مجھکو ایذاء پہنچائی اور جس نے مجھ کو ایذاء پہنچائی اس نے اللہ کو ایذاء پہنچائی۔

قارئین غور فرمائیں کہ یہ سبیعہ بنت ابی لہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کی بیٹی تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں تھیں، اسکی ایذاء رسانی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایذاء رسانی قرار دی اور اپنی ایذاء رسانی کو اللہ تعالےٰ کی ایذاء رسانی ٹھہرائی، چچا زاد بہن کی ایذاء رسانی گوارا نہ فرمائی تو جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے بارے میں ایسے کلمات کہتے ہیں کہ وہ کافر و مشرک اور دوزخی تھے (معاذ اللہ) وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو کس قدر ایذاء پہنچاتے ہیں اور آپ کے والدین کریمین کو بھی، (فائدہ) امام سیوطی نے مسالک الحنفاء میں ان کا نام سبیعہ اور امام دیار بکری نے تاریخ الخمیس میں سفینہ لکھا ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام کو دوزخی کہنے والا ملعون ہے

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ مسالک میں اور امام حسین دیار بکری تاریخ

خمیس میں، امام کمال الدین سبکی والدِ ماجد تقی الدین سبکی رحمہما اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے لکھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ امام قاضی ابوبکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آباءِ کرام (والد اور دادا اور ان سے کچھ اوپر والوں) کو دوزخی کہتا ہے (معاذ اللہ)؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ:

إِنَّهُ مَلْعُونٌ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ قَالَ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا۔ (الاحزاب ۵۷)

بے شک وہ ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ بے شک جو لوگ ایذاء دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کیلئے ذلّت ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

پھر فرمایا کہ:

وَلَا أَذَىٰ أَعْظَمُ مِنْ أَنْ يُقَالَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ فِي النَّارِ۔ (مسالک الحنفاء صہ ۲۰۱۹ وتاریخ الخمیس ج ۱ صہ ۲۳۸)

اس سے بڑھ کر کوئی ایذاء نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ کریم کے بارے میں کہا جائے کہ وہ دوزخی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے جو یہ کہنے کی جسارت کر کے اپنی آخرت کو برباد کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے محرر (کاتب) کو معزول کر دیا

امام حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی محدث کبیر متوفی ۴۳۰ھ اپنی مشہور

کتاب حلیۃ الاولیاء میں اپنی سند کے ساتھ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ کو ایک کاتب و محرر دیا گیا جو آپ کے سامنے آپ کے احکام و فرمودات لکھتا تھا اور وہ مسلمان تھا مگر اس کا باپ کافر نصرانی وغیرہ تھا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا جس نے وہ کاتب لاکر دیا تھا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم مجھے مہاجرین کے بیٹوں میں سے کوئی کاتب لا دیتے، یہ سن کر اس کاتب نے کہا کہ:

مَا ضَرَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفْرُ اَبِيْهِ قَالَ، فَقَالَ عُمَرُ وَقَدْ جَعَلْتَهٗ مَثَلًا لَا تَخُطَّنَّ بِيَدَيْكَ بِقَلَمٍ اَبَدًا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۲۸۳/۲۸۴)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ کے کفر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہیں دیا راوی کہتا ہے کہ اس پر حضرت عمر نے کاتب سے فرمایا کہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے بارے میں ایسی بات کہتا ہے آج کے بعد تم کبھی بھی قلم سے میرے احکام نہیں لکھو گے۔

٭ ٭ ٭

اس کا نام ہے غیرتِ ایمانی اور جذبۂ دینی کہ آپ نے اسکی اس جسارت کو گوارا نہ کیا بلکہ اسکے خلاف تادیبی کاروائی کرتے ہوئے اسے اس عہدے سے معزول کر دیا، یہ کوئی معمولی عہدہ نہ تھا، امیرالمومنین اسلامی ریاست کے سربراہ کے دربار عالی کا خاص محرر ہونا بڑا اعزاز تھا جو وزیروں اور مشیروں سے بڑھ کر تھا کہ خلیفہ کا ہر حکم اسکے قلم سے صادر ہوتا تھا مگر آپ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال عقیدت و محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اسے بہ یک بینی و دو گوش نکال باہر کیا۔

قارئین یہ موضوع تو بہت اہم ہے اور حوالہ جات بھی بے شمار، مگر قلت وقت مانع تطویل ہے۔ اللہ تعالےٰ اس نیازمند کی حقیر کوشش کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل قبول فرما کر اسے راقم کیلئے اور جناب قبلہ الحاج عبدالرشید قریشی سرپرست ادارہ کیلئے نجاتِ آخرت کا ذریعہ بنائے جن کے تعاون سے یہ ایمانی کاوشیں قارئین تک پہنچ رہی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان بے ادبوں کو ہدایت دے جو ایسی باتیں کر کے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچاتے اور اپنے ایمانوں کو برباد کرتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔